Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

Existential Anxiety and Individual Identity in "The Sad Generations": An Intellectual and Literary Study

"اداس نسلیں" میں وجودی اضطراب اور فرد کی شناخت: ایک فکری ونفسیاتی مطالعہ

ڈاکٹر اسد محمود خان
ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ اردو , منہاج یونیورسٹی، لاہور
Email: assadphdir@gmail.com

Abstract

This research explores existential anxiety and the crisis of identity in Abdullah Hussain's landmark novel Udaas Naslain. Set against the backdrop of British colonial rule and the Indian independence movement, the novel presents an intense psychological and philosophical examination of the individual's struggle in a rapidly changing world. Through the protagonist Naeem and other central characters, the narrative reveals deep existential concerns such as alienation, absurdity, freedom, and the burden of choice. Drawing from existentialist thinkers like Kierkegaard and Sartre, the study analyzes how the characters confront the anxiety of meaninglessness and seek personal authenticity in a society fragmented by war, cultural loss, and historical upheaval. The novel becomes a space where national history and individual existence intersect, and where the psychological landscape reflects the existential trauma of colonization and identity displacement. This research uses a critical-analytical lens combining existential philosophy with literary psychology to highlight the inner conflict and alienation that define the consciousness of the modern colonial subject.

Key Words: Existentialism, Identity, Alienation, Colonialism, Psychological Conflict, Freedom,

AL- ANFAL
SLOGAN HERE

Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 3 No.3 (2025)

(ملخّص)

یہ تحقیق عبداللہ حسین کے شہرۂ آفاق ناول *اداس نسلیں* میں وجودی اضطراب اور فرد کی شناخت کے بحران کا فکری و نفسیاتی مطالعہ پیش کرتی ہے۔ نوآبادیاتی پس منظر اور آزادیٔ ہند کی تحریک کے تناظر میں لکھا گیا یہ ناول ایک ایسے فرد کی داخلی کشمکش کو اجاگر کرتا ہے جو بدلتے ہوئے سماجی، تاریخی اور تہذیبی ماحول میں اپنی معنویت اور پہچان کی تلاش میں مبتلا ہے۔ مرکزی کردار نعیم کی ذات اس وجودی بحران کی نمائندہ ہے جہاں اجنبیت، تنہائی، آزادی کا بوجھ، اور انتخاب کی اذیت جیسے عناصر گہرائی سے سامنے آتے ہیں۔ یہ مطالعہ کیرکیگارڈ، سارتر اور نطشے جیسے وجودی مفکرین کے نظریات کی روشنی میں ان کرداروں کی فکری ساخت اور داخلی تضاد کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ناول نہ صرف قومی تاریخ کا بیانیہ ہے بلکہ ایک ایسے فرد کا نفسیاتی منظر نامہ بھی ہے جو معاشرتی تبدیلیوں کے درمیان اپنی ذات کی بازیافت کے سفر پر گامزن ہے۔ اس تحقیق میں وجودیت اور ادبی نفسیات کو بطور تجزیاتی زاویہ اختیار کیا گیا ہے تاکہ فرد کے اندرونی اضطراب اور اس کی شناختی شکست وریخت کو واضح کیا جا سکے۔

کلیدی الفاظ : وجودیت، شناخت، اجنبیت، نوآبادیات، نفسیاتی کشمکش، آزادی، اداس نسلیں

"اداس نسلیں" میں وجودی اضطراب اور فرد کی شناخت: ایک فکری و نفسیاتی مطالعہ

(1)

تخلیق، انسانی تہذیب، شعور اور احساس کی وہ صورت ہے جو محض جمالیاتی اظہار نہیں بلکہ فکری، فلسفیانہ اور نفسیاتی سچائیوں کی دریافت کا ذریعہ بھی ہے۔ جب انسان تاریخ، سیاست یا فلسفے کے ذریعے اپنے وجود کی معنویت تلاش کرنے میں ناکام ہوتا ہے، تو ادب اس خلا کو پُر کرنے والا داخلی ذریعہ بن کر سامنے آتا ہے۔ ادب، بالخصوص فکشن اور شاعری، فرد کے لاشعور، اس کی داخلی کشمکش، اور اس کی ان دبی ہوئی آوازوں کو زبان عطا کرتا ہے جنہیں سماج، سیاست یا مذہب خاموش کر دیتے ہیں۔ وجودی فکر (Existentialism) بھی اسی شعور کا تسلسل ہے جو انسان کے داخلی اضطراب، آزادی، انتخاب اور بے معنویت کو موضوع بناتا ہے۔ چنانچہ جب ادب اور وجودیت کا ملاپ ہوتا ہے تو ایک نئی فکری و تخلیقی جہت سامنے آتی ہے جہاں فرد صرف کہانی کا کردار نہیں بلکہ ایک سوال، ایک بحران اور ایک مزاحمت بن جاتا ہے۔ ادب کی اس تخلیقی وسعت میں سب سے زیادہ اہم پہلو اس کی علامتی و استعاراتی صلاحیت ہے، جو اسے محض بیانیہ یا قصہ گوئی کی صنف سے بلند کر کے فکری اظہار کا منبع بنا دیتی ہے۔ خاص طور پر جب ادب داخلی تناؤ، بے سمتی، اجنبیت اور شناخت کی گمشدگی جیسے موضوعات کو برتتا ہے، تو وہ محض جذباتی سطح پر نہیں بلکہ فکری اور فلسفیانہ سطح پر قاری کے شعور کو جھنجھوڑتا ہے۔ وجودی

AL- ANFAL
SLOGAN HERE
Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

اضطراب، جسے کیرکیگارڈ اور سارتر جیسے مفکرین نے انسان کے روحانی و فکری سفر کا لازمی جزو قرار دیا، ادب میں ایک ایسی جہت اختیار کرتا ہے جو فرد کی خاموش چیخ، اس کی تنہائی، اس کے خوف، اور اس کے انتخاب کی اذیت کو زندہ تصویروں میں ڈھال دیتا ہے۔ ادب دراصل وہ آئینہ ہے جہاں فرد نہ صرف اپنے عہد کو دیکھتا ہے بلکہ اپنی ذات کی کھوج بھی کرتا ہے۔ جب کوئی تخلیق قاری کو صرف جذباتی ہم آہنگی نہیں بلکہ فکری مکالمہ بھی فراہم کرے، تو وہ ادب محض "مطالعے" کا ذریعہ نہیں رہتا، بلکہ "تجربہ" بن جاتا ہے۔ یہی تجربہ فرد کو اس کی بکھرتی ہوئی شناخت، اس کی بے قراری اور اس کے داخلی وجودی سوالات سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ وجودی ادب کا اصل ہدف یہی ہوتا ہے کہ وہ فرد کو اس کے وجودی سوالات سے نہ صرف آشنا کرے بلکہ اس کی فکری پرورش اور روحانی بیداری کا راستہ بھی مہیا کرے۔ چنانچہ، ایسے ادب کا مطالعہ محض الفاظ کا نہیں بلکہ ایک مکمل فکری، نفسیاتی اور روحانی سفر کا آغاز ہوتا ہے۔

تخلیقی عمل کی گتھی سلجھاتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا (1) رقمطراز ہیں:

> "تخلیق محض اظہار کا وسیلہ نہیں بلکہ وہ داخلی عمل ہے جس کے ذریعے انسان اپنے ہی وجود کی پیچیدہ اور محدود ساخت سے بتدریج آزادی حاصل کرتا ہے۔ یہ عمل گویا اُس مسلسل چکر کی مانند ہے جس میں کوئی شے ایک بند دائرے میں گردش کرتے کرتے اچانک اپنی گرفت توڑ کر ایک نئے، کشادہ اور وسیع تر مدار میں داخل ہو جاتی ہے۔ "

حسن عسکری (2) لکھتے ہیں:

> "تخلیق وہ باطنی جست ہے جس کے ذریعے انسان اپنے وجود کی قید سے نکل کر ایک وسیع تر معنویت میں داخل ہوتا ہے؛ جیسے ہر سکون، ایک بے قراری کے جنم کی کوکھ ہو، اور ہر جمود، تجلیات کے نئے سلسلے کا نقطۂ آغاز۔"

ناول ادب کی ان اصناف میں شمار ہوتا ہے جو انسانی تجربے، تاریخی شعور، ثقافتی پیچیدگی اور نفسیاتی جہات کو یکجا کرنے کی بے پناہ صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ صنف کسی مخصوص لمحے یا کیفیت تک محدود نہیں بلکہ وقت، کردار، ماحول، اور واقعے کے درمیان ایک مکمل، مربوط، اور متحرک بیانیہ تخلیق کرتی ہے۔ ناول کی طاقت اس کی وسعت میں پوشیدہ ہے — یہ کسی ایک کردار، مقام یا لمحے تک محدود نہیں رہتا بلکہ پورے معاشرے، نسل، یا انسانی شعور کی نمائندگی کر سکتا ہے۔ ناول نہ صرف خارجی دنیا کی عکاسی کرتا ہے بلکہ انسانی ذہن کی تہوں

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

میں اتر کر ایسے سوالات اٹھاتا ہے جو تاریخ، سماج یا سیاست کبھی واضح طور پر بیان نہیں کر پاتے۔ ادب کی دیگر اصناف کی نسبت ناول کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ بیانیہ اور کہانی کی صورت میں فرد کی زندگی کے نشیب و فراز، جذباتی تضادات، اور سماجی بندھنوں کو اتنی تفصیل اور گہرائی سے پیش کرتا ہے کہ قاری صرف پڑھنے والا نہیں رہتا بلکہ اس بیانیے میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناول کو "عہد کا آئینہ" کہا جاتا ہے— اس میں صرف کہانی نہیں، بلکہ اس کہانی کے پیچھے چھپی ہوئی تہذیب، ذہنیت، سیاست، اور فکر بھی شامل ہوتی ہے۔ کرداروں کے ذریعے قاری کو وہ انسان دکھایا جاتا ہے جو ایک خاص زمانے، مقام یا حالات میں جیتا ہے، محسوس کرتا ہے، غلطیاں کرتا ہے، سوال اٹھاتا ہے، اور خود کو ڈھونڈنے کی جدوجہد میں مبتلا رہتا ہے۔ ناول نہ صرف واقعات کا سلسلہ پیش کرتا ہے بلکہ ان واقعات کے اثرات، نتائج اور فکری پس منظر کو بھی شعوری طور پر مرتب کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناول ایک ساتھ کہانی، فلسفہ، نفسیات، اور تاریخ کا امتزاج بن جاتا ہے۔ اچھا ناول وہ ہوتا ہے جو محض واقعات کی ترتیب سے آگے نکل کر قاری کو سوچنے، سوال کرنے اور کبھی کبھی خود کو تلاش کرنے پر مجبور کرے۔ ناول کے کردار، ان کا مکالمہ، ان کا سکوت، اور ان کے باہمی تعلقات دراصل اس پیچیدہ انسانی تجربے کی نمائندگی کرتے ہیں جسے روزمرہ کی زبان یا اعداد و شمار سے نہیں سمجھا جا سکتا۔

ناول کے ارتقائی منظر نامے کو بیان کرتے ہوئے عظیم الشان صدیقی (3) لکھتے ہیں:

> "ناول اور داستان میں اگرچہ کہانی قدر مشترک ہے، مگر ناول داستان کا سیدھا
> ارتقائی تسلسل نہیں بلکہ حقیقت پسندی اور جمہوری شعور کے مراحل سے گزر کر
> ایک نئے فکری پیکر میں ظاہر ہونے والی معروضی بیانیہ روایت ہے۔"

فلسفۂ وجودیت (Existentialism) جدید مغربی فکری روایت میں ایک ایسی نمایاں تحریک کے طور پر سامنے آیا ہے جو فرد کی داخلی ساخت، شعوری آزادی، اخلاقی انتخاب اور وجودی اضطراب کو اپنے مباحث کا مرکز بناتی ہے۔ اس فلسفیانہ رجحان کی ابتدائی جھلکیاں انیسویں صدی کے وسط میں نمایاں ہوئیں، اگرچہ اس کے فکری نقوش انسانی تاریخ میں ان ابتدائی سوالات سے جڑے ہوئے ہیں جن سے فرد اپنی شناخت، مقصدِ حیات اور فکری بقا کی تلاش کرتا آیا ہے۔ ان سوالات میں "میں کون ہوں؟"، "میری زندگی کا مفہوم کیا ہے؟"، "کیا میں اپنی مرضی سے انتخاب کر سکتا ہوں؟"، اور "کیا میں مکمل طور پر آزاد ہوں؟" جیسے وجودی استفسارات شامل ہیں، جو انسانی شعور کا ازلی حصہ رہے ہیں۔ فلسفۂ وجودیت نے ان سوالات کو ایک منظم فکری اور فلسفیانہ بنیاد پر پرکھنے کی سنجیدہ کوشش کی۔ اس فکری تحریک کے بنیادی معماروں میں سورن کیرکیگارڈ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے، جنہوں نے فرد کی داخلی صداقت،

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

روحانی اضطراب، اور اخلاقی آزادی کو فلسفۂ حیات کا بنیادی مقدمہ قرار دیا۔ کیر کیگارڈ کے نزدیک انسان کی اصل حقیقت بیرونی نظامات یا مذہبی تعلیمات کے تابع نہیں، بلکہ اس کی انفرادی آگہی، ایمانی کشمکش، اور فکری خودارادیت سے تشکیل پاتی ہے۔ انہوں نے اضطراب کو محض نفسیاتی کمزوری کے بجائے ایک تخلیقی اور بیدار کن کیفیت کے طور پر پیش کیا—ایسا لمحہ جہاں فرد اپنی امکاناتی حیثیت، اخلاقی فیصلوں اور آزادی کی ذمہ داری کو پہلی مرتبہ شدت سے محسوس کرتا ہے۔

کیر کیگارڈ کے تصورِ اضطراب نے وجودی فکر کو ایک ایسی اساس فراہم کی جو فرد کے ان باطنی تجربات سے جڑی ہوئی ہے جو معمول کے فکری نظامات کے دائرے سے باہر ہوتے ہیں۔ یہی اضطراب انسان کو اس کی خودی کی تخلیق، اس کے امکانات کے ادراک، اور اس کی فکری آزادی کے تجربے سے روشناس کراتا ہے۔ اس داخلی کشمکش کے بغیر نہ فرد اپنی شناخت قائم کر سکتا ہے، نہ ہی اخلاقی معنویت کو پانے کے قابل ہوتا ہے۔ کیر کیگارڈ (4) لکھتے ہے:

"اضطراب دراصل آزادی کی چکر آور کیفیت ہے، جو اس وقت ابھرتی ہے جب
روح اپنی حقیقت کی تشکیل چاہتی ہے، اور آزادی اپنی ممکنہ وسعت میں جھانکتی
ہے، اور اپنے آپ کو قائم رکھنے کے لیے کسی محدود پہلو کو تھام لیتی ہے۔"

مارٹن ہائیڈیگر، بیسویں صدی کے ایک نمایاں جرمن فلسفی، نے فلسفۂ وجودیت کو فکری گہرائی اور اصطلاحاتی وسعت عطا کی۔ ان کی شہرۂ آفاق تصنیف Being and Time (1927) میں انہوں نے فلسفہ کی تاریخ کے اس بنیادی سوال کو از سرِ نو پیش کیا: "وجود کیا ہے؟(What is Being?)"۔ ہائیڈیگر کے نزدیک وجود (Being) کوئی خارجی مظہر یا مادی حقیقت نہیں بلکہ ایک ایسی ontological کیفیت ہے جسے صرف وہی ہستی پوری طرح سمجھ سکتی ہے جو خود وجود کا شعور رکھتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ انسان کو "Dasein" یعنی "وہ ہستی جو اپنے وجود سے آگاہ ہو" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ "دازائن" محض ایک حیاتیاتی یا سماجی اکائی نہیں بلکہ وہ خود شعور ہستی ہے جو اپنی فنا، تنہائی، آزادی، اور امکانات کے ادراک سے گزرتی ہے۔ ہائیڈیگر کا تصورِ "وجود" فرد کو ایک ایسے شعوری مقام پر لے آتا ہے جہاں وہ محض ظاہری اقدار، مذہبی احکام یا سماجی اصولوں کی پیروی نہیں کرتا، بلکہ اپنی ہستی کی معنویت کو خود دریافت کرتا ہے۔ "وجود" اس وقت باقاعدہ سوال بنتا ہے جب انسان موت کے امکان، وقت کی محدودیت، اور اپنے فیصلوں کی ذمہ داری سے واقف ہوتا ہے۔ ہائیڈیگر کے نزدیک انسان کی یہ آگاہی جسے وہ "thrownness" (دنیا میں پھینکے جانے کی کیفیت) کہتے ہیں۔ فرد کو ایک خاص قسم کی فکری کیفیت میں داخل کرتی ہے جسے "وجودی اضطراب (Existential "

AL- ANFAL
SLOGAN HERE
Name of Journal: Al-Anfal
AL- ANFAL
SLOGAN HERE
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

(Anxiety) کہا جاتا ہے۔ یہ اضطراب فرد کو خود اپنی موجودگی، امکانات، اور متبادل راستوں کے بارے میں شدید طور پر بیدار کرتا ہے۔ "دازائن" کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کی "اصالت (authenticity)" کی تلاش ہے۔ ہائیڈیگر کے مطابق، انسان کی زندگی عموماً "غیر اصیل (inauthentic)" انداز میں گزرتی ہے جہاں وہ عمومی سماجی اصولوں، روزمرہ کی مصروفیات، اور عوامی رائے (They-self) کے تحت اپنی انفرادیت کھو دیتا ہے۔ لیکن جب وہ وجودی اضطراب یا موت کے ادراک سے گزرتا ہے، تو وہ اپنی اصل کی تلاش میں نکلتا ہے اور اس لمحے میں اصالت کا تجربہ کرتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان محض ایک فرد نہیں رہتا بلکہ ایک شعوری وجود بن جاتا ہے، جو اپنے ہونے (Being) کو مکمل طور پر محسوس اور تشکیل دیتا ہے۔

ہائیڈیگر کا یہ تصور نہ صرف وجودی فکر میں ایک بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ ادب، خاص طور پر ناول اور شاعری میں فرد کی داخلی کشمکش، بیداری، اور معنویت کی تلاش کے بیانیے کو بھی گہرائی عطا کرتا ہے۔ چنانچہ اُن کا نظریہ صرف فلسفے تک محدود نہیں بلکہ اس کی فکری گونج ان تمام تخلیقی اصناف میں سنائی دیتی ہے جو انسانی شعور کی پیچیدگیوں کو موضوع بناتی ہیں، ہائیڈیگر (5) کے مطابق:

> "اضطراب ہمیں نیستی سے روشناس کراتا ہے۔ ہم اضطراب میں معلق ہو جاتے ہیں۔ زیادہ وضاحت سے کہا جائے تو، اضطراب ہمیں اس لیے لٹکا دیتا ہے کہ یہ موجودات کو مجموعی طور پر ہم سے کھسکاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خود، یعنی وہ انسان جو 'ہونا' میں ہیں، نیستی میں تھامے جاتے ہیں۔"

سارتر کے مطابق انسان اپنی آزادی کے ساتھ جو سب سے پہلا تجربہ کرتا ہے وہ "وجودی اضطراب existential angst or anguish)" ہے۔ یہ اضطراب محض جذباتی بے چینی نہیں بلکہ وہ گہرا شعور ہے جو انسان کو اس کی تنہائی، اس کے غیر متعین اختیارات، اور انتخاب کے بوجھ سے آشنا کرتا ہے۔ انسان اپنے ہر فیصلے، ہر عمل، اور ہر ردِ عمل کا مکمل طور پر خود ذمہ دار ہے، کیونکہ کوئی بھی بالادست اخلاقی نظام یا مطلق ہدایت اسے راستہ نہیں دکھاتی۔ یہی شعور، انسان کو "بدنیتی (bad faith)" سے نکل کر "اصالت (authenticity)" کی طرف لے جانے کی تحریک دیتا ہے— یعنی وہ کیفیت جب فرد خود کو دوسروں کے بنائے ہوئے سانچوں سے آزاد کر کے اپنی حقیقت کو خود تخلیق کرتا ہے۔ سارتر کی فکر میں "انتخاب" نہ صرف اخلاقی عمل ہے بلکہ ایک وجودی فریضہ بھی۔ فرد جس راہ کا انتخاب کرتا ہے، وہ محض اس کا ذاتی تجربہ نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ایک مثال بن جاتا ہے۔ اس

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

لیے آزادی کا مطلب محض اختیار نہیں بلکہ ایک بوجھ بھی ہے— ایک ایسا بوجھ جو ہر فرد کو اپنی ذات، اپنی زندگی اور اپنی دنیا کے لیے ذمہ دار بناتا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جو وجودی ادب میں شدید طور پر محسوس کی جاتی ہے، جہاں کردار محض افسانوی نہیں بلکہ فکری نمائندے بن جاتے ہیں— اپنی ذات کے خالق، اپنی شناخت کے معمار، اور اپنی تقدیر کے خود ذمہ دار۔ ژاں پال سارتر کا یہ تصورِ آزادی، انزائٹی اور انتخاب نہ صرف فلسفے میں فرد کی بازیافت کے نئے در وا کرتا ہے بلکہ ادب، بالخصوص ناول اور شاعری کو ایک ایسی فکری زبان عطا کرتا ہے جس کے ذریعے فرد کے داخلی سوالات، اس کی بے یقینی، اور اس کی شعوری مزاحمت کو مؤثر انداز میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ سارترے (6) لکھتا ہے:

> "انسان وہی کچھ ہے جو وہ خود اپنے لیے بناتا ہے اور یہی وجودیت کا پہلا اصول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان پہلے وجود میں آتا ہے، خود سے ٹکراتا ہے، دنیا میں اُبھرتا ہے اور بعد میں اپنی تعریف خود طے کرتا ہے۔"

فلسفۂ وجودیت کی روشنی میں ناول کو فرد کی داخلی کشمکش، اس کے شعوری اضطراب، اور شناختی بحران کا ایسا آئینہ تصور کیا جاتا ہے جو اسے محض خارجی دنیا کے مشاہدے تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس کے باطن، ذہنی پیچیدگیوں، اور غیر مرئی کیفیات کو بھی فکری اور بیانیاتی اظہار فراہم کرتا ہے۔ ناول کا کردار اس سیاق میں ایک ایسا وجود بن جاتا ہے جو صرف واقعات میں جیتا نہیں بلکہ ان سے سوال کرتا ہے، ردعمل ظاہر کرتا ہے، اور بعض اوقات اپنے وجود کو ان واقعات سے بالاتر کر کے دیکھنے کی جستجو کرتا ہے۔ کردار کی یہ جدوجہد اس کے وجودی شعور کی نمائندہ ہوتی ہے، جہاں وہ اپنے تجربات، فیصلوں اور ترجیحات کے ذریعے خود کو تشکیل دیتا ہے۔ اس کی خاموشی ایک علامت بن جاتی ہے، اس کی بے عملی ایک احتجاج، اور اس کی شکست ایک نئی شعوری بیداری۔ فکری سطح پر جب ہم ناول کو ان مفکرین کی روشنی میں دیکھتے ہیں جنھوں نے وجودی فلسفے کی بنیادیں استوار کیں، تو اس کی گہرائی میں ایک نیا جہان کھلتا ہے۔ مارٹن ہائیڈیگر کا تصورِ "دازائن" انسان کو ایک ایسی باشعور ہستی کے طور پر پیش کرتا ہے جو اپنی موجودگی، وقت اور موت کے شعور کے ساتھ جیتی ہے؛ سورن کیرکیگارڈ کا "اضطراب" وہ بنیادی کیفیت ہے جہاں فرد اپنی ممکنہ ہستی اور آزادی کے امکانات سے پہلی بار واقف ہوتا ہے؛ اور ژاں پال سارتر کا تصورِ "آزادی" اور "انتخاب" اس وجودی بیداری کو ایک عملی اور اخلاقی ذمہ داری میں بدل دیتا ہے۔ جب یہ تمام تصورات ناول کی فکری ساخت کا حصہ بنتے ہیں، تو بیانیہ محض واقعہ نگاری یا منظر کشی نہیں رہتا بلکہ ایک گہرے فکری تجربے میں ڈھل جاتا ہے۔

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

فلسفۂ وجودیت کے تناظر میں ناول محض قصہ گوئی یا تاریخی بیانیہ نہیں بلکہ ایک فکری اور داخلی اظہار کی ایسی شکل اختیار کر لیتا ہے جو فرد کی ذات، اس کی داخلی کشمکش، اور اس کی معنوی تلاش کو نہایت شدت اور سچائی کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اس نوع کے ناول میں کردار اپنی شناخت کو خارجی دنیا سے اخذ نہیں کرتے، بلکہ وہ اپنے اندر جھانکتے ہیں، سوال کرتے ہیں، اور اپنی خودی کو شعوری سطح پر تعمیر کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ ایسے ناول میں خاموشی علامت بن جاتی ہے، فیصلے اضطراب کا باعث، اور معمولی واقعات ایک بڑی فکری جہت کے استعارے۔ کرداروں کے مکالمے، ان کے انتخاب، اور ان کے ذہنی انتشار میں قاری اپنی ذات کی جھلک محسوس کرتا ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں قاری اور متن کے درمیان ایک مکالمہ قائم ہوتا ہے—ایسا مکالمہ جو محض جذباتی ہم آہنگی پر نہیں بلکہ فکری اور وجودی ہم سفری پر قائم ہوتا ہے۔ ناول جب شعوری سطح پر فرد کی داخلی ساخت، اس کی تنہائی، آزادی اور شناخت کے سوالات کو ادب کے پیرایے میں پیش کرتا ہے، تو وہ محض تخلیقی سرگرمی نہیں رہتا بلکہ ایک فکری مکاشفہ بن جاتا ہے۔ یہی پہلو ناول کو جدید فکری ادب میں ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔ اس تناظر میں عبداللہ حسین کے شہرۂ آفاق ناول "اداس نسلیں" کا مطالعہ فرد کا وجودی اضطراب، اس کی داخلی کشمکش، اور شناخت کی شکست و تشکیل کے دائرے میں یہ کوشش ہوگی کہ "اداس نسلیں" کے کردار محض تاریخی عمل کا حصہ ہیں یا وہ بھی اپنی معنویت اور خودی کی تلاش میں سرگرداں وجودی انسان کی تمثیل بن جاتے ہیں۔

(2)

عبداللہ حسین کا ناول اداس نسلیں برطانوی نوآبادیاتی نظام، آزادی کی تحریک، اور تقسیم ہند جیسے تاریخی حقائق کے پس منظر میں لکھا گیا ایک ایسا فکری اور تخلیقی متن ہے جس میں نہ صرف ایک عہد کی تاریخ موجود ہے بلکہ فرد کے داخلی وجود کی وہ پیچیدہ پرتیں بھی سامنے آتی ہیں جو ظاہری بیانیے سے ماوراہیں۔ عبداللہ حسین کا ناول اداس نسلیں اردو ادب میں محض ایک ادبی تخلیق نہیں بلکہ ایک عہد کا ایسا ہمہ گیر اور گہرا بیانیہ ہے جس میں تاریخ، سیاست، معاشرت، اور انسانی وجود کی داخلی کیفیات باہم مربوط ہو کر ایک فکری کائنات تشکیل دیتی ہیں۔ یہ ناول برطانوی سامراج کے تسلط، جنگِ عظیم کی تباہ کاریوں، تحریکِ آزادی کی بے یقینی، اور بالآخر تقسیم ہند جیسے تہلکہ خیز واقعات کے پس منظر میں تشکیل پاتا ہے، مگر اس کا کمال یہ ہے کہ وہ محض تاریخی بیانیہ پیش کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ فرد کی داخلی دنیا میں جھانکنے کی وہ جرات کرتا ہے جو اردو فکشن میں کم کم نظر آتی ہے۔ اداس نسلیں اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں تاریخ محض ایک پس منظر نہیں بلکہ ایک ایسی جیتی جاگتی قوت ہے جو کرداروں کی سوچ، احساس، اور وجود پر براہِ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ ناول کے بیانیے میں جہاں ایک طرف اجتماعی تحریکات، نوآبادیاتی جبر، قومی شناخت کی کشمکش، اور سماجی ٹوٹ پھوٹ جیسے مظاہر دکھائی دیتے ہیں،

AL- ANFAL
SLOGAN HERE
Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

وہیں دوسری طرف فرد کی تنہائی، اس کے فیصلوں کی اذیت، اس کی شناختی کشمکش، اور اس کے باطن میں پنہاں وہ خلاء بھی واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے جو کسی بڑے سیاسی یا تہذیبی تغیر کے دوران فرد کے شعور پر ثبت ہوتا ہے۔

ایسی تخلیقی فضا کا ذکر کرتے ہوئے آل احمد سرور(7) رقمطراز ہیں:

"ناول کی تخلیق کے لیے وہ فضا ناگزیر ہے جہاں نثر کا جمالیاتی شعور، فکری اظہار کی روایت، فرد کی معنویت، اور متوسط طبقے کا باشعور وجود باہم مل کر ایک متحرک ادبی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ "

شمس الرحمٰن فاروقی(8) لکھتے ہیں :

"عبداللہ حسین نے ابتدائی افسانوں سے ضرور ادبی حلقوں میں توجہ حاصل کی، لیکن اگر وہ 'اداس نسلیں' نہ لکھتے، تو وہ محض ایک باصلاحیت افسانہ نگار کہلاتے — ایک ایسا تخلیق کار جس کے پاس ہنر تو ہے، مگر کوئی عہد ساز بیانیہ نہیں۔"

عبداللہ حسین نے اس بیانیے کو محض نثر نگاری یا واقعہ نگاری کی سطح پر نہیں رکھا بلکہ اسے علامتی، فکری اور تہذیبی گہرائی عطا کی ہے۔ ناول کا مرکزی کردار نعیم ایک ایسا فرد ہے جو نہ صرف عہد کی پیچیدگیوں سے دوچار ہے بلکہ اپنے اندر ایک ایسی خاموش اور گہری ٹوٹ پھوٹ کا سامنا کر رہا ہے جو اسے مسلسل سوال اٹھانے پر مجبور کرتی ہے: میری شناخت کیا ہے؟ میری جدوجہد کی سمت کیا ہے؟ میں کس سے وابستہ ہوں؟ اداس نسلیں کو جب ایک مکمل فکری بیانیے کے طور پر دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ ناول صرف تاریخی واقعات کو بیان کرنے کے لیے نہیں لکھا گیا بلکہ اس کا بنیادی مقصد تاریخ کے پس منظر میں پیدا ہونے والے وجودی، نفسیاتی اور فکری بحران کو سامنے لانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناول میں منظر نگاری، مکالمہ، کردار سازی اور علامت نگاری سب مل کر ایک ایسے تخلیقی اظہار کو جنم دیتے ہیں جو قاری کو صرف تاریخ نہیں، ایک داخلی انسانی تجربہ بھی عطا کرتا ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو اداس نسلیں کو اردو ناول کی تاریخ میں ایک سنگ میل بناتا ہے؛ ایک ایسا متنی منظر نامہ جہاں تاریخ، ذات، اور تہذیب باہم آمیخت ہو کر ایک نئی فکری شناخت قائم کرتے ہیں۔

ناول کا مرکزی کردار نعیم اس تناظر میں محض ایک تاریخی کردار نہیں، بلکہ ایک ایسا داخلی انسان ہے جو مسلسل اپنی شناخت، آزادی، تعلق، اور اختیار کے درمیان جھولتا نظر آتا ہے۔ وہ ایک ایسا وجودی پیکر ہے جس کے اندر تضاد، سوال، خاموشی اور اضطراب

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

مسلسل متحرک رہتے ہیں۔ نعیم کا کردار اس وقت گہری معنویت اختیار کرتا ہے جب وہ ان خارجی مظاہر کے درمیان، جن کا وہ بظاہر حصہ ہے، اپنی باطنی الجھنوں اور شناختی بحران سے نبرد آزماد کھائی دیتا ہے۔ نعیم کی شخصیت میں جس درجے کی تنہائی، بے معنویت اور فیصلے کی الجھن دکھائی دیتی ہے، وہ وجودی فکر کے بنیادی نکات سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اس کے تمام تر تعلقات؛ خواہ وہ گھر والوں سے ہوں، قوم سے، یا ذاتی روابط سے ایک ایسی غیر یقینی اور غیر مکمل کیفیت میں ڈھلے ہوئے ہیں جہاں وہ کسی مکمل معنویت تک رسائی حاصل نہیں کر پاتا۔ تعلیم، رشتہ، آزادی کی تحریک، حتیٰ کہ جنگ جیسے تجربات بھی نعیم کو کوئی مکمل "تعریفِ ذات" فراہم نہیں کرتے۔ بلکہ ان سب کے بعد وہ پہلے سے زیادہ منقطع، سوال آلودہ، اور داخلی طور پر غیر مستحکم محسوس کرتا ہے۔ وہ بار بار ایسے لمحوں سے گزرتا ہے جہاں اسے اپنا اختیار بھی بوجھ محسوس ہونے لگتا ہے، اور وہ اپنی زندگی کی سمت پر سوال اٹھانے لگتا ہے۔ یہی وہ داخلی کیفیت ہے جو سارتر کے تصورِ آزادی اور انتخاب کے بوجھ سے مطابقت رکھتی ہے، جہاں فرد کو جب مکمل آزادی دی جاتی ہے تو وہ اس کا سامنا اضطراب کے ساتھ کرتا ہے۔ نعیم کے فیصلے جیسے آزادی کی تحریک سے لاتعلقی، رشتہ داروں سے دوری، اور ذاتی رشتوں میں عدم تسلسل، اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ داخلی طور پر ایک وجودی بحران کا شکار ہے۔ یہ بحران صرف اس کی ذاتی زندگی کا نہیں، بلکہ پورے عہد کے فکری زوال، شناخت کے بکھراؤ، اور آزادی کے نظریاتی تضاد کی علامت بن جاتا ہے۔

اداس نسلیں کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ناول کا بیانیہ محض سیاسی یا تاریخی حقیقت کو پیش کرنے پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ اس کے کردار، بالخصوص نعیم، اس تاریخ کا سامنا ایک داخلی خلا، اضطراب اور معنویت کی تلاش کے ساتھ کرتے ہیں۔ برطانوی راج، جنگِ عظیم، تحریکِ آزادی اور تقسیم جیسے واقعات نعیم کے خارجی ماحول کو تو تشکیل دیتے ہیں، لیکن اس کے اندر ایک شدید معنوی خلا پیدا کرتے ہیں جس کا کوئی آسان جواب موجود نہیں۔ نعیم ان سب تجربات سے گزرتا ہے، لیکن ہر مرحلے کے بعد وہ اپنی ذات کے بارے میں زیادہ غیر یقینی، بے سمت اور بے تعلق محسوس کرتا ہے۔

عبداللہ حسین(9)، ناول میں ایک مقام پر جب نعیم جنگ کے میدان سے لوٹ رہا ہوتا ہے، کہتا ہے:

"میں یہ سب نہیں سمجھتا۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ سب میدان جنگ میں تھا۔ سب
۔ یہاں تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے میں نے تمہارے لئے محنت کی ہے۔ ہم
دونوں دوست ہیں۔"

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

یہ محض تھکن یا جذباتی سستی کا اظہار نہیں، بلکہ ایک گہری وجودی بے معنویت کا اعلان ہے —— ایک ایسی کیفیت جس میں فرد تمام خارجی تحریکات، قربانیوں اور وعدوں کے باوجود اپنے اندر ایک مکمل خاموشی اور بیزاری محسوس کرتا ہے۔ وہ جس "مقصد" کے تحت لڑا، وہ اس کے لیے اب ایک خالی نظریہ بن چکا ہے۔ نہ قومیت، نہ مذہب، نہ خاندانی رشتے، کچھ بھی اس کے وجود کو "کامل مفہوم" دینے کے قابل نہیں رہتا۔ یہ وہی فکری مقام ہے جسے مارٹن ہائیڈیگر "دنیا میں پھینکے جانے (Thrownness)" کی حالت کہتے ہیں، جہاں فرد ایک ایسی دنیا میں جاگتا ہے جس کی ساخت، معنویت یا اخلاقی مرکز اُس کی اپنی مرضی سے طے شدہ نہیں۔ مارٹن ہائیڈیگر (10) لکھتا ہے:

"فرد کا سب سے گہرا وجودی تجربہ وہ لمحہ ہوتا ہے جب وہ خود کو ایک ایسی دنیا میں جاگا ہوا پاتا ہے جس کا نظام، مفہوم اور اخلاقی ڈھانچہ اُس کی مرضی کے بغیر متعین ہو چکا ہوتا ہے۔"

نعیم کا یہ اضطراب اُسی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے: وہ ایک ایسی تاریخ کا حصہ ہے جس پر اُس کا کوئی اختیار نہیں، اور ایک ایسے مستقبل کا مسافر ہے جو غیر واضح، غیر یقینی اور بے سمت ہے۔ مزید برآں، ناول میں نعیم کا یہ کہنا کہ:

"پڑھے لکھے لوگوں سے آپ کی مراد؟ یہی کہ تعلیم یافتہ ہیں۔ تاریخ سے واقف ہیں اور... دفعتاً نعیم آگے بڑھا، جس سے اس کا چہرہ جو سرخ ہو رہا تھا، روشنی میں آ گیا۔ ذرا سا جھک کر نو عمری کے جوشیلے لہجے میں وہ بولا: اور یہ بھی کہ ساری کارروائی انگریزی زبان میں ہوئی۔۔۔ سب نے ایک ساتھ مڑ کر دیکھا۔ نعیم کے ماتھے پر پسینہ تھا۔ اس نے ٹوپی کے پھندنے کو اس زور سے کھینچا کہ وہ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ ایاز بیگ کا رنگ سفید پڑ گیا۔)"11(

اس کے داخلی انتشار، خارجی بیزاری، اور وجودی تھکن (existential fatigue) کی مکمل علامت ہے۔ وہ ماضی سے کٹا ہوا ہے، حال سے غیر مطمئن، اور مستقبل سے خوف زدہ۔ یوں اداس نسلیں میں فرد صرف تاریخی جبر سے دوچار نہیں، بلکہ وہ بے معنویت کے داخلی جبر کا بھی شکار ہے؛ ایک ایسی کیفیت جو اسے اپنی ذات، اپنی اقدار، اور اپنے فیصلوں کے ساتھ مسلسل الجھا کر رکھتی ہے۔ البرٹ کیموس (12) رقمطراز ہے:

AL- ANFAL
SLOGAN HERE

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

"انسان اور کچھ نہیں ہے مگر وہی ہے جو وہ خود بناتا ہے... وہ آزاد ہونے کی مذمت کرتا ہے۔"

اداس نسلیں میں نعیم اور عذرا کا تعلق محض ایک رومانوی داستان نہیں بلکہ انسانی وجود کی اُس پیچیدہ سطح پر تشکیل پاتا ہے جہاں قربت اور فاصلے، جستجو اور انکار، اور تعلق اور تنہائی ایک ساتھ متحرک ہوتے ہیں۔ عذرا ایک آزاد، خود مختار، ذہین اور سماجی شعور رکھنے والی عورت کے طور پر پیش کی گئی ہے، جب کہ نعیم ایک ایسا مرد ہے جو بظاہر تعلیم یافتہ، باشعور اور فکری طور پر بیدار ہے، لیکن باطن میں شدید نوعیت کے وجودی اضطراب، احساسِ بے معنویت اور خود سے اجنبیت کا شکار ہے۔ نعیم کے نزدیک عذرا ایک "مکمل وجود" کا امکان ہے، مگر وہ اس امکان سے بھی خوفزدہ ہے، کیونکہ اسے یہ قربت اپنی غیر مکمل شناخت کے سامنے ایک آئینہ محسوس ہوتی ہے۔ عذرا کے ساتھ نعیم کی محبت ایک داخلی کشمکش میں گندھی ہوئی ہے۔ نعیم، عذرا سے جڑنا چاہتا ہے، لیکن مکمل طور پر خود کو سپرد کرنے سے گریزاں ہے۔ وہ تعلق قائم بھی کرتا ہے اور انکار بھی۔ اس کی الجھن صرف خارجی سماجی یا طبقاتی سطح پر نہیں بلکہ اپنی ذات کے اندر ہے۔ جب وہ عذرا کے ساتھ ہوتا ہے، تو قربت کے باوجود ایک نفسیاتی فاصلہ برقرار رکھتا ہے۔ اس تعلق میں وہ اپنے وجود کی کمزوری، اپنی عدم تکمیل، اور ایک نامعلوم خوف کا سامنا کرتا ہے۔ ایک مقام پر وہ کہتا ہے:

"اوہ! میں سمجھا۔ وہ غور سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔ آہستہ آہستہ ان کے چہرے پر سنجیدگی کی سختی پیدا ہونے لگی۔ تینوں آدمیوں کے درمیان عجیب سی خاموشی چھا گئی۔ ایاز بیگ کا چہرہ بے حد اداس ہو گیا۔ نواب صاحب کے ماتھے کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہوئی رگ ابھر آئی۔ باریک ریشمی گاؤن پہنے وہ اپنے مضبوط چہرے اور وحشیانہ قوت سے بھرپور شبیہ لئے سیدھے بیٹھے رہے پھر اچانک انہوں نے پہلو بدلا اور آہستہ آہستہ کہنے لگے۔(13)"

یہ اُس داخلی ٹوٹ پھوٹ کو عیاں کرتی ہے جہاں محبت خود ایک وجودی امتحان بن جاتی ہے۔ یہ وہی کیفیت ہے جسے کیرکیگارڈ "تعلق کے اندر خوف" اور سارتر "آزادی کی دہشت" کے طور پر بیان کرتے ہیں —— یعنی جب فرد اپنی آزادی کو محفوظ رکھنے کی خاطر تعلق کے امکان سے پیچھے ہٹنے لگتا ہے۔ سارتر (14) لکھتا ہے:

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

"محبت کا سب سے نازک لمحہ وہ ہوتا ہے جب فرد اپنی آزادی کے تحفظ کی خاطر
تعلق کے امکان سے خوف زدہ ہو جاتا ہے — اور یہی خوف، داخلی ٹوٹ پھوٹ
کو ایک وجودی امتحان میں تبدیل کر دیتا ہے۔"

عذرا، اپنے شعور، اختیار، اور جذباتی وضاحت کے باوجود نعیم کی اس باطنی کشمکش کو پوری طرح سمجھ نہیں پاتی۔ وہ نعیم کے لیے ایک "معنویت" بننا چاہتی ہے، مگر نعیم اپنی بے معنویت سے اس درجے مانوس ہو چکا ہے کہ وہ اُس کو قبول کرنے میں جھجک محسوس کرتا ہے۔ ان دونوں کا رشتہ مکمل ہونے کے قریب آ کر بھی ادھورا رہ جاتا ہے اور یہی ادھوراپن اداس نسلیں کے اس بیانیے کا حصہ بن جاتا ہے جو فرد کی داخلی شکست و ریخت، اُس کی نامکمل محبت، اور اُس کی محدود آزادی کو وجودی سطح پر پیش کرتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ناول صرف ایک رومانوی یا تاریخی متن نہیں رہتا بلکہ ایک فکری اور وجودی کرب کی تصویر بن جاتا ہے، جہاں محبت اور تعلق بھی فرد کی تنہائی کو ختم کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اداس نسلیں میں نعیم کا عذرا کے ساتھ تعلق ایک ایسا رشتہ ہے جو نہ صرف روایتی معنوں میں غیر واضح اور غیر مستحکم ہے، بلکہ وجودی اعتبار سے بھی ایک ٹوٹے ہوئے شعور اور داخلی خلا کا عکاس ہے۔ اگر عذرا، نعیم کے لیے ایک ذہنی و جذباتی وابستگی کا امکان تھی، تو عذرا اس کے لیے محض ایک وقتی تسکین، جذباتی انکار، اور فرار کی علامت بن کر سامنے آتی ہے۔ اس رشتے میں گہرائی، معنویت یا شعوری وابستگی کا کوئی مستقل تصور موجود نہیں — بلکہ یہ تعلق نعیم کے اس حصے سے جڑا ہے جو تھکا ہوا، منقطع، اور بے ربط ہو چکا ہے۔ عذرا کے ساتھ نعیم کا تعلق بظاہر ایک پناہ ہے، لیکن حقیقت میں یہ اس کی داخلی بیزاری اور وجودی بے معنویت کا اظہار ہے۔ وہ خود کو زندگی کے حقیقی تناظر سے الگ کر چکا ہے، اور عذرا کے ساتھ وقت گزارنا اس کی اسی خود ساختہ اجنبیت کو مزید مضبوط کرتا ہے۔ ایک مقام پر وہ کہتا ہے:

"عذرا آج بے حد صحت مند اور چاق چوبند نظر آ رہی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ اور
آنکھیں چمک دار تھیں۔ گوتے ہوئے اس کا دہانہ بہت پھیل جاتا تھا لیکن بھرے
ہوئے ہونٹوں میں عجیب کشش تھی اور اس کا وجود اڑتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ نعیم
کے سارے بدن میں مسرت کی سنسنی دوڑ گئی۔(15)"

یہ جملہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ نعیم کے لیے ایک خاص حیثیت رکھتی ہے، ایک ایسا تعلق جہاں وہ اپنی خودی کی شکست، زندگی کی تلخی، اور خود سے اجنبیت کو کچھ وقت کے لیے بھلا سکتا ہے۔ لیکن یہی فرار اس کے وجود کو مزید کمزور اور بے مقصد بناتا ہے، کیونکہ وہ جس

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

رشتے سے سکون حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ رشتہ صرف جسمانی سطح پر موجود ہے، ذہنی یا روحانی سطح پر نہیں۔ عذرا خود ایک ایسا کردار ہے جو اس تعلق کو مکمل معنویت دینے کی خواہش تو رکھتی ہے، مگر نعیم کی عدم وابستگی اور عدم دلچسپی کے باعث وہ ایک اِستعمال شدہ احساس کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ان دونوں کے بیچ خاموشی اور فاصلہ اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ تعلق کے تمام امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ وہی کیفیت ہے جسے سارتر "محبت میں آزادی کی گمشدگی" اور ہائیڈیگر "غیر اصیل زندگی" سے تعبیر کرتے ہیں—— یعنی جب فرد تعلق میں اپنی شناخت کھو بیٹھے، یا شعوری طور پر اس میں شامل نہ ہو۔ نعیم اور عذرا کا رشتہ آخر کار ایک ادھورے، بے بنیاد اور معنویت سے خالی تعلق کے طور پر ختم ہوتا ہے، جو نہ صرف نعیم کی داخلی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے بلکہ ناول کے اس بڑے فکری بیانیے کا بھی حصہ ہے جو فرد کی تنہائی، وجودی شکست، اور عدم وابستگی کو تاریخی، معاشرتی اور نفسیاتی تناظر میں پیش کرتا ہے۔ جذبات کی ایسی رو کے حوالے سے وکٹر فرینک(16) رقمطراز ہے :

> "آج پہلے سے زیادہ لوگوں کے پاس جینے کے ذرائع ہیں، لیکن جینے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ "

اداس نسلیں صرف نعیم کی ذات یا اس کے ذاتی تعلقات کی کہانی نہیں، بلکہ یہ ایک اجتماعی وجودی المیہ ہے جو برصغیر کی اس نسل کو درپیش تھا جو نوآبادیاتی جبر، جنگی سیاست، اور آزادی کی تحریک کے درمیان اپنی شناخت، مقام اور معنویت کی تلاش میں بھٹک رہی تھی۔ اس ناول میں فرد کا مسئلہ محض نفسیاتی یا ذاتی سطح پر نہیں رہتا، بلکہ وہ اس تاریخی و تہذیبی دباؤ کا نمائندہ بن جاتا ہے جو آزادی کی خواہش اور غلامی کی حقیقت کے درمیان پھنسی ہوئی ایک پوری نسل کے شعور میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ نعیم، اگرچہ ایک فرد ہے، مگر اس کی تنہائی، بے معنویت، اور شناختی بحران در حقیقت ایک اجتماعی فکری بحران کا استعارہ ہیں۔ ناول میں مختلف کردار، جیسے روشن علی خان، پرویز، جمیلہ، بیگ، چچا، لڑکی، مولانا؛ سب کسی نہ کسی سطح پر اسی تاریخی بے سمتی کے شکار دکھائی دیتے ہیں۔ ان سب کی زندگیوں میں ایک مشترکہ پہلو یہ ہے کہ وہ تبدیلی چاہتے ہیں، مگر انہیں نہ سمت کا علم ہے، نہ منزل کا۔ عبداللہ حسین نے یہ بیانیہ اس انداز سے مرتب کیا ہے کہ قاری کو نہ صرف فرد کی باطنی الجھنیں دکھائی دیتی ہیں بلکہ قوم کی فکری بے یقینی اور شناختی شکست بھی مکمل شدت سے سامنے آتی ہے۔ تحریکِ آزادی، جسے ایک قومی حمیت اور اجتماعی نجات کا ذریعہ سمجھا گیا، یہاں اپنے تضاد، ابہام اور ناکامی کے ساتھ نمودار ہوتی ہے۔ نعیم جیسے کردار آزادی کی خواہش رکھتے ہیں لیکن اس کی قیمت، معنویت اور حقیقی سمت کے بارے میں شدید ابہام کا شکار ہیں۔ نعیم ایک مقام پر کہتا ہے:

"مجھے افسوس ہے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ چند سال قید میں کاٹ کر میں واپس چلا جاؤں گا۔ دیانت دار آدمی کی طرح۔ مجھے یقین ہے یہ مجھے گولی نہیں ماریں گے۔ میں نے کوئی قصور نہیں کیا۔اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔" تمہارا بہت بہت شکریہ بہر حال میں خوش ہوں کہ جنگ کے باوجود بھی ہم دوست بنے میں تمہیں یادرکھوں گا۔)"17(

یہ جملہ نہ صرف فرد کے ذہنی اضطراب کااظہار ہے بلکہ قوم کی شناختی بے یقینی کافکری اعلان بھی ہے۔آزادی کا حصول جہاں ایک تاریخی لمحہ ہے،وہیں اس کے بعد کا خلا،بداعتمادی اور انتشار اس قدر شدید ہے کہ فرد خود کو"آزاد" ہونے کے بعد بھی اجنبی،تنہا،اور غیر محفوظ محسوس کرتا ہے۔یہی وہ فضا ہے جہاں فرد اور قوم کا بیانیہ ایک ہو جاتا ہے؛دونوں کی بقا،سمت،اور معنی خطرے میں ہیں۔نتیجتاً اداس نسلیں صرف ایک دور کی سیاسی و تہذیبی شکست کا نوحہ نہیں بلکہ انسانی شعور کی بیداری،داخلی اضطراب،اور فکری نارسائی کا ایسا نمائندہ متن بن جاتا ہے جو اردو ادب میں ایک مستقل وجودی حوالہ بن چکا ہے۔

عبداللہ حسین کا ناول اداس نسلیں اردو ادب میں محض ایک تاریخی یا بیانیہ متن نہیں،بلکہ ایک ایسا فکری اور وجودی اظہار ہے جو فرد اور قوم دونوں کی داخلی کشمکش، شعوری بیداری،اور شناختی بحران کو نہایت شدت، سنجیدگی اور فنکارانہ ہنر مندی سے پیش کرتا ہے۔ یہ ناول ایک ایسے دور کی عکاسی کرتا ہے جہاں بیرونی سیاسی تبدیلیاں، جیسے نوآبادیاتی جبر، جنگ عظیم، تحریکِ آزادی اور تقسیم، صرف قومی تاریخ کا حصہ نہیں بلکہ فرد کی داخلی دنیا میں ایسی ہلچل پیدا کرتی ہیں جو اس کی خودی، آزادی، اور تعلقات کو جڑ سے ہلا دیتی ہیں۔ مرکزی کردار نعیم اپنی تمام تر تعلیم، تجربے اور سماجی حیثیت کے باوجود ایک ایسا فرد ہے جو مکمل طور پر اپنی شناخت سے کٹا ہوا، اپنے فیصلوں سے غیر مطمئن، اور اپنے تعلقات سے خالی محسوس کرتا ہے۔اس کی شخصیت ایک ایسے وجودی انسان کی نمائندگی کرتی ہے جو نہ صرف اپنے زمانے سے، بلکہ خود اپنے اندر سے بھی بیگانہ ہو چکا ہے۔ نعیم اور عذرا کا رشتہ، جو شعوری و فکری قربت کا امکان رکھتا ہے، ناکامی سے دوچار ہوتا ہے، جب کہ عذرا کے ساتھ تعلق محض وقتی جذباتی فرار بن کر رہ جاتا ہے۔ان دونوں تعلقات میں نعیم کی داخلی اجنبیت، انکار اور اضطراب گہرے سطح پر نمایاں ہوتے ہیں۔اسی طرح ناول کا اجتماعی بیانیہ بھی فرد کے اس داخلی بحران کی توسیع شدہ صورت ہے۔ تحریکِ آزادی اور قومیت جیسے تصورات ناول میں ایک متضاد اور غیر یقینی فضا کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں، جہاں آزادی کا تصور بھی فرد کے لیے ایک نئے اضطراب، بوجھ اور بے معنویت کا باعث بن جاتا ہے۔ قوم کی اجتماعی شناخت، جسے آزادی کی صورت میں

AL- ANFAL
SLOGAN HERE

Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 3 No.3 (2025)

مکمل ہوتا تھا، ناول میں مزید بکھر جاتی ہے، اور قاری ایک ایسے تاریخی لمحے کا سامنا کرتا ہے جو تکمیل نہیں بلکہ ایک نئی تنہائی اور غیر واضح مستقبل کا آغاز بن جاتا ہے۔ اداس نسلیں اس لحاظ سے وجودی ادب کا ایک مثالی نمونہ ہے، جس میں فرد کا شعور، اس کی خودی، اس کا انکار اور اس کی معنوی تلاش محض ایک کہانی میں ضم نہیں ہو جاتے، بلکہ وہ خود اس کہانی کی بنیاد بن کر قاری کو ایک فکری و داخلی سفر پر روانہ کرتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ادب فلسفے سے ملتا ہے، اور ناول ایک تاریخی بیانیے سے آگے بڑھ کر ایک وجودی مکاشفہ بن جاتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی:

(1) آغا، ڈاکٹر وزیر (2012ء)، " تخلیقی عمل "، نئی دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص 11۔

(2) عسکری، محمد حسن 1989ء)، "تخلیقی عمل اور اسلوب"، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص 26۔

(3) صدیقی، عظیم الشان (2008ء)، "اردو ناول آغاز وارتقا"، نئی دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،

(4) کیرکیگارڈ، ایس (1980ء)، " The Concept of Anxiety"، پرنسٹن یونیورسٹی پریس، ص 304۔

(5) ہائیڈیگر، ایم (1993ء)، " What is Metaphysics?"ہارورڈ، ص 89-110۔

(6) سارترے، جے پی (2007ء)، " Existentialism is a humanism"، ییل یونیورسٹی پریس، ص 17۔

(7) سرور، آل احمد (2011ء)، "فکشن: کیا، کیوں اور کیسے"، مشمولہ: نظر اور نظریے، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ص 74۔

(8) فاروقی، شمس الرحمٰن (2006ء)، "افسانے کی حمایت میں"، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، ص 13۔

(9) حسین، عبداللہ (2010ء)، "اداس نسلیں"، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص 1۔

(10) ہائیڈیگر، مارٹن (1982ء)، " Being and time "، ہارپر اینڈرو، ص 231۔

(11) حسین، عبداللہ (2010ء)، "اداس نسلیں"، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص 37۔

(12) کیموس، البرٹ (1991ء)، " The myth of Sisyphus "، ونٹیج انٹرنیشنل، ص 276۔

(13) حسین، عبداللہ (2010ء)، "اداس نسلیں"، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص 101۔

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.3 (2025)

(14) سارترے، جے پی(2007ء)، " Existentialism is a humanism"، ییل یونیورسٹی پریس، ص167۔

(15) حسین، عبداللہ(2010ء)،"اداس نسلیں"،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز، ص233۔

(16) فرینک، وکٹر(2006ء)،" Man's search for meaning "،بیکن پریس، ص187۔

(17) حسین، عبداللہ(2010ء)،"اداس نسلیں"،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،298۔